SUNNI 313
دفاع اہلسنت و رد رافضیت
WWW.SUNNILIBRARY.COM

طعن چہارم

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ایسے جلیل القدر صحابی کو عثمان غنی نے بلاوجہ جلاوطن کیا

سیدنا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ وہ جلیل القدر صحابی تھے۔ جو اپنی حق گوئی
بے باکی کی وجہ سے مشہور تھے۔ حتیٰ کہ خلفائے ثلاثہ کے مظالم اور زیادتیوں کے بیا
سے بھی نہ چوکتے تھے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ حضرت عثمان نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ا
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس سرزمین شام میں بھیج دیا۔ لیکن ابوذر تھے کہ و
پہنچنے پر بھی ان کی استقامت اور حق گوئی و بے باکی میں کوئی فرق نہ آیا۔ اہلبیت کے فضا
مناقب اور خلفائے ثلاثہ کی داستان مظالم ان کی زبان کی زینت تھیں۔ اسی بـ
نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سوچنے پر مجبور کیا۔ کہ یہ شخص ایسا نہ ہو۔ کہ کوئی مسئلہ کھڑا کر د
لہٰذا حضرت عثمان کو لکھا۔ کہ آپ ابوذر غفاری کو واپس بلوالیں۔ ورنہ حکومت کا معاملہ درہم
ہو جائے گا۔ اس پر حضرت عثمان نے جناب ابوذر رضی اللہ عنہ کو واپس مدینہ منورہ بلا

کچھ دنوں بعد ان کو مکہ مکرمہ کے نزدیک واقع مقام ''ربذہ'' کے جنگل میں جلاوطن کر دیا۔ یہاں حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بڑی بے بسی اور کس مپرسی کے عالم میں کچھ عرصہ گزارا۔ اور اسی بے یار و مددگار ماحول میں دنیا سے پردہ فرما گئے۔ یہ تاریخی المیہ اہل سنت کی معتبر کتاب، ''کامل ابن اثیر''، جلد ۳ ص ۱۱۵ پر تفصیل سے تحریر ہے۔

اس واقعہ کی سنگینی اور ہوس اقتدار کی خاطر ایک جلیل القدر صحابی کو جلاوطنی کی زندگی میں دھکیلنا ہر ذی عقل کو یہ ماننے پر مجبور کرتا ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی کا ان لوگوں سے کیا سلوک رہا ہے۔ جو اہل بیت کے بہی خواہ اور محب تھے۔ اور وقت کے حکمرانوں کے لیے چیلنج تھے۔

جواب ۱:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی سرزمین شام کو روانگی کی اصلیت

طعن مذکور میں دو اہم باتوں کا معترض نے ذکر کیا اوّل یہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مجبور ہو کر حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ سے ملک شام بھیجا۔ وہاں اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حکومت کے عامل تھے۔ ہم پہلے اس واقعہ کی اصلیت کی طرف لکھتے ہیں۔ یعنی یہ کہ کیا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ملک شام بھیجا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ سیدنا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فطری طور پر درویش منش اور سادگی پسند تھے۔ ترک دنیا و زہد و تقوی اور للہیت ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ یہی فطری اوصاف تھے۔ کہ انہوں نے بارگاہِ رسالت سے ''مسیح الاسلام'' کا لقب پایا۔ زہد و ورع

جوں کا توں کارفرما تھا۔ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رحلت سے اس میں اور اضافہ ہو گیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نہایت شکستہ خاطر ہو گئے۔ ہر وقت بجھے بجھے سے رہنے لگے۔ بالآخر انہی حالات میں انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا۔ کہ مجھے اب مدینہ چھوڑ دینا چاہیے۔ اور کسی ایسی جگہ چلا جانا چاہیے۔ جہاں غربت کی زندگی گزار سکوں۔ لہذا آپ اس فیصلہ کی تکمیل کے لیے مدینہ منورہ سے سرزمین شام چلے گئے۔ اور عزلت کی زندگی اختیار فرمائی۔

(الاستیعاب لابن عبدالبر جلد اوّل ص ۸۳)

جواب ۲:-

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی مخالفت کا پس منظر۔

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا دورِ خلافت وہ زمانہ تھا جس میں سادگی اور بے تکلفی اپنی حقیقت کے ساتھ جلوہ فرما تھی۔ زندگی سادہ، خوراک سادہ، رہن سہن سادہ گویا ہر طرف سادگی کی ہی چھاپ تھی۔ پھر جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ تو اس دور میں مسلمانوں پر فتوحات کے دروازے کھل گئے۔ جن کی وجہ سے مال و دولت کی فراوانی ہو گئی۔ مالِ غنیمت کی کثرت نے لوگوں کی زندگی کو بدل کر رکھ دیا۔ جس کا قدرتی نتیجہ تھا۔ کہ اب وہ سادگی اور بے تکلفی نہ رہی۔ جو اس سے قبل تھی۔ زندگی پر تکلف، رہن سہن خوش گوار اور خوراک و پوشاک میں بہت سی آسودگیوں نے جگہ لے لی۔

سیدنا فاروق اعظم کے دور میں ان فتوحات سے ملنے والے مال غنیمت کے انبار ضرور لگے۔ لیکن مذکورہ معاشی و معاشرتی تبدیلیاں فوری طور پر معرض وجود میں نہ آئیں۔ جب دور فاروقی قریب الاختتام ہوا۔ تو پھر اس کے اثرات ظاہر ہونے لگے۔ مملکت اسلامیہ میں سے خاص کر سرزمین شام سرحدی علاقہ تھا۔ اس کے بالکل قریب اس پار رومی تھے۔ جن کی تہذیب جن کا تمدن اور معاشی و معاشرتی اقدار اپنے عروج پر تھیں۔ لہٰذا مال و زر کی فراوانی کے اثرات جو شامیوں نے قبول کیے۔ وہ دوسرے علاقہ جات کی بہ نسبت کہیں زیادہ تھے۔ یہاں کے مسلمانوں کی بود و باش بڑی تکلفانہ اور ٹھاٹھ باٹھ کی تھی۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ حکومت کی سیاسی حکمتِ عملی کا بھی اس اثر کے قبول کرنے میں کافی دخل تھا۔

ادھر یہ عالم تھا۔ اور ادھر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جن مقاصد و ارادوں کی خاطر مدینۃ الرسول چھوڑ کر یہاں آئے تھے۔ وہ خواب و گمان بن گئے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو ایسی زندگی ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ وہ اس بات کے متمنی تھے۔ کہ ایسی سادگی اور بے تکلفی کا دور دورہ ہو۔ جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے دور پاک میں تھی۔ وہ چاہتے تھے۔ کہ ہر شخص ان کی طرح خالی ہاتھ زندگی بسر کرے۔ عیش و عشرت کو قریب نہ آنے دے۔ ان کی تمنا تھی۔ اور ان کا معمول تھا۔ کہ آج کے لیے جو کچھ کھانے کو میسر آجائے۔ اس پر اکتفا کر لی جائے۔ کل کی ضروریات خدا پوری کر دے گا۔ گویا زندگی گذارنے کا ان کا یہ ایک سادہ اور پختہ نظریہ تھا۔ جس پر خود بھی عمل پیرا تھے۔ اور دوسروں کا بھی اس پر کاربند ہونا ضروری سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنے اس نظریہ کی بڑی بے باکی اور جوانمردی سے تبلیغ فرمانی شروع کر دی۔ مملکت کے کارپردازوں کے جاہ و حشمت اور عیش و عشرت کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ ان کی عیش پرستی پر نقطہ چینی کی۔ یہ سب کچھ قرآن کریم کی آیت سے بطور استدلال پیش فرماتے۔ آیت یہ ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (التوبہ)

ترجمہ:۔

جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں۔ اور اللہ کی راہ میں اُسے خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے استدلال کو در نہ مانتے تھے۔ ان کا خیال یہ تھا۔ کہ اس آیت سے قبل چونکہ یہود و نصاریٰ کا ذکر ہے۔ ا لیے اس آیت کا تعلق بھی انہی کے ساتھ ہے۔ اُدھر حضرت ابوذر غفاری اس کے قطعاً نہ تھے۔ بلکہ وہ اسے یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں سبھی کے لیے عام تصور کرتے تھے۔ اس حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ حکم "ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ" سے یہ مراد تھے۔ کہ تمام کا تمام مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے۔ لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اس سے صرف زکوٰۃ و صدقات واجبہ مراد لیتے تھے۔ ان کے خیال میں ایک مسلمان لیے دولت جمع کرنا کوئی معیوب نہ تھا۔ جب کہ وہ زکوٰۃ و صدقات وغیرہ عبادات بجا لاتا ہو۔ بہر حال حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی زندگی جس طرز معاشرت اور مش میں ڈھل چکی تھی۔ وہ اس سے دست بردار ہونے کے لیے ہرگز آمادہ نہ تھے۔ اُدھر حض امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اپنے موقف پر سختی سے ڈٹے ہوئے تھے۔ جس کا نتیجہ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ اور وعظ و نصیحت سے حضرت امیر معاویہ رضی ال کو خطرہ لاحق ہوا۔ کہ عجب نہیں کہ شام میں اس سے کوئی فتنہ رونما ہو جائے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان تمام حالات سے حضرت عثمان غنی کو کیا۔ اس پر حضرت عثمان غنی نے جناب ابوذر کو مدینہ منورہ بلوا لیا۔ جب حضرت ابوذر مدینہ پہنچے۔ تو یہاں کے معاشرتی اور تہذیبی حالات میں کافی تبدیلی آ چکی تھی۔ مدینہ میں جو سادگی اور بے تکلفی دورِ نبوت اور دورِ شیخین میں تھی۔ اس میں بڑا فرق آ چکا تھا

لوگ جو سادگی اور زہد و تقوٰی میں دنیا والوں کے لیے نمونہ تھے۔ وہی لوگ اور ان کی جانشین اولاد اب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو تعجب کی نگاہ سے دیکھتے۔ جدھر نکلتے لوگوں کا ایک ہجوم ان کے گرد کھڑا ہو جاتا۔ اور آپ کی سادگی کو تعجب سے دیکھا جاتا۔ آپ نے ماحول کا مطالعہ کیا۔ لیکن سازگاری کے آثار نظر نہ آئے۔ لہٰذا اپنی فطرت اور پیدائشی سادگی کی وجہ سے حضرت عثمان غنی سے درخواست کی۔ کہ آپ مجھے مکہ مکرمہ کے نزدیک "زبوہ" نامی مقام پر بھیج دیں۔ میں وہاں ہی سکونت رکھنا چاہتا ہوں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کو وہاں رہنے کی اجازت دیدی۔ اجازت ملنے پر آپ بمعہ اہل و عیال مدینہ منورہ سے عازم ہوئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں پوری عزت اور شان و شوکت سے الوداع کیا۔ جاتے وقت دو غلام کچھ اونٹنیاں اور نقدی بھی عطا کی۔ حوالہ کے لیے درج ذیل کتب کا مطالعہ فرمائیں۔

(۱۔ البدایۃ والنہایۃ جلد۷ ص ۱۵۵-۱۵۶
سنۃ ثلاثین من ہجرۃ النبویہ
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۲۔ طبقات ابن سعد جلد۴ ص ۲۲۷
تذکرہ ابوذر واسمہ جندب)
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۳۔ الکامل فی التاریخ لابن الاثیر۔ جلد ۳
ص ۱۱۵ ذکر تسییر ابی ذر الی الربذۃ
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مقام "ربذہ" میں تشریف لانے سے اس لوگوں کو ایک اور موقعہ ہاتھ لگا۔ جن کا کام ہی فساد تھا۔ مفسدین نے اس واقعہ کو خوب ہوا دی۔

اور چاروں طرف اس کی تشہیر کی۔ کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان نے اس لیے مد میں نہیں رہنے دیا۔ کہ یہ اُن کی غلطیاں نکالتے تھے۔ اور بد اعمالیوں کی لوگوں میں تشہیر کرتے اور حق کی تبلیغ کرتے تھے۔ لیکن یہ سب باتیں عثمان غنی کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھیں۔ اس لیے انہیں مدینہ بدر کر دیا۔ حالانکہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا مقام "ربذہ" میں سکونت اختیار فرمانا خود ان کی صوابدید پر ہوا تھا۔ ان کی طہارت و تقویٰ اور نیک نیتی کی وجہ سے تو لیکن فسادیوں نے اسے الٹا ہی رنگ دے دیا۔ خود حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ورغلا کی کوششیں بھی ہوئیں۔ اسی سلسلہ میں عراقیوں کا ایک وفد ان سے مقام "ربذہ" میں ملنے اور یہ کہہ کر بھڑکانے کی کوشش کی۔ کہ حضرت عثمان غنی کا آپ سے سلوک نہایت ظالما آپ جیسے مرنجان مرنج آدمی کو نہ شام میں رہنے دیا۔ اور پھر مدینہ بلا کر وہاں سے بھی با نکال دیا۔ اس سلوک کی وجہ سے ہمیں آپ پر ترس آتا ہے۔ اور عثمان غنی کی اس حرکت پر ہمارے دل رنجیدہ ہیں۔ لہذا اگر آپ امیر المؤمنین کے خلاف آواز اٹھائیں۔ تو ہم آ کے دست و بازو بن جائیں گے اور ان کی خلافت کو ختم کرنے میں آپ کی ہر طرح معاونت کریں گے۔ ان عراقیوں کے جواب میں آپ نے فرمایا۔

طبقات ابن سعد۔

دو مسلمانو! اس معاملہ میں تم دخل نہ دو۔ اپنے حاکم کو بدنام نہ کرو۔ کیونکہ جس نے اپنے حاکم کو ذلیل کیا۔ وہ توبہ کی قبولیت سے محروم رہا۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مجھ کو سولی پر بھی چڑھا دیتے۔ تو مجھ کو عذر نہ ہوتا۔ اور میں اسی بات میں اپنے لیے بہتری سمجھتا۔ اگر وہ مجھے بجائے ربذہ کے ایک افق سے دوسرے افق یا مشرق سے مغرب بھیج دیتے۔ تب بھی میں ان کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا۔ اور اسی میں اپنی بھلائی سمجھتا۔ اور اگر وہ مجھے کہیں نہ بھیجتے

اور مجھ کو میری قیام گاہ پر ہی لٹا دیتے۔ تو بھی مجھے کوئی عذر نہ ہوتا۔ اور اس میں بھی میں اپنی سعادت سمجھتا۔"

(طبقات ابن سعد جلد ۴ ص ۲۲۸
تذکرہ ابوذر اسمہ جندب)
مطبوعہ بیروت، طبع جدید)

سیدنا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے جب عراقیوں نے یہ جواب سنا تو اپنے ارادوں میں ناکامی کی صورت میں اپنا سا منہ لے کر واپس پلٹ گئے۔ لیکن اپنی شیطنت سے باز نہ آئے۔ اور شب و روز لوگوں کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف اکساتے رہے۔ اور ان کی خلافت کو کمزور کرنے کی ہر ممکن کوشش میں مصروف رہے۔

ان تاریخی حقائق سے تین امور ثابت ہوئے

امر اول:۔

سیدنا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ایسے درویش منش صحابی تھے کہ ترکِ دنیا اور زہد و تقویٰ سے آپ کی زندگی عبارت تھی۔ دینوی مال و دولت کو زہرِ قاتل سمجھتے اور صرف اس قدر خوراک کو جائز سمجھتے کہ جس سے آج کا وقت گزر جائے۔

امر دوم:۔

اپنے نظریہ اور مقصد کی ہر لمحہ تبلیغ فرماتے۔ اور اس سلسلہ میں کسی کی پرواہ تک نہ

کرتے۔ والذین یکنزون الذہب والفضۃ الخ آیت کریمہ آپ کا اوڑھنا بچھونا تھی۔ اس کو بطور استدلال پیش فرماتے۔ اور مزید کہتے۔ کہ آدمی کو اپنا سارا مال راہِ خدا میں صرف کر دینا چاہیئے۔ آپ کے نظریہ کی جو مخالفت کرتا اُسے ضرورت پڑنے پر سزا بھی دیتے۔

امر سوم:-

نظریہ میں لچک نہ ہونے کی وجہ سے انہیں سرزمین شام جانا پڑا۔ اور پھر وہاں سے واپس مدینہ منورہ بلوایا گیا۔ لیکن یہاں کے رہن سہن سے تنگ آ کر مقام ربذہ جانے کی خواہش کی۔ جسے حضرت عثمان نے بخوشی قبول فرمایا۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پیش کش کی۔ کہ اگر آپ قبول فرمائیں۔ تو میں آپ کو اپنا ذاتی مال ومتاع پیش کر دوں

⁂